بھائی کے پاس شاہ کا جانا کہوں میں کیا — اک اک قدم پہ ٹھوکریں کھانا کہوں میں کیا
ہاتھوں سے سر پہ خاک اُڑانا کہوں میں کیا — منہ چوم کر گلے سے لگانا کہوں میں کیا
بھائی سے ایسے لپٹے کہ سب خوں میں بھر گئے
منہ رکھ کے پائے شاہ پہ عباس مر گئے

قاصد جو سب یہ حالِ علمدار کہہ چکا — مسجد میں نوجوانوں کے رونے کا غل ہوا
اُمّ البنینؑ نے شکر کا سجدہ ادا کیا — اور دونوں ہاتھ اُٹھا کے کہا سوئے کربلا
بیٹا گلہ میں کرتی تھی تجھ نورِ عین کا
تقصیر میری بخش دے صدقہ حسینؑ کا

قاصد سے پھر کہا کہ کہ اب شاہ کا بیان — اس نے کہا کہ جسم میں نشتر تھے نہ جاں
کھا کر سناں جو مر گیا اکبرؑ سا نوجواں — بس اور بھی حسینؑ ہوئے پیر و ناتواں
اب کیا کہوں کہ دفترِ عالم الٹ گیا
پیاسا گلا حسینؑ کا خنجر سے کٹ گیا

اُمّ البنینؑ نے پھر یہ کہا سر کو پیٹ کر — قاصد بتا کہ زینبؑ بیکس گئی کدھر
اس نے کہا کہ راہ میں تھا جب میں نوحہ گر — جاتے تھے اہلِ بیتِ محمدؐ برہنہ سر
ثابت لباس بھی نہ کسی کے بدن میں تھا
مشکل کشا کی بیٹی کا بازو رسن میں تھا

مرثیہ ۴

جب لُٹ کے کربلا سے اسیرِ ستم چلے — سجادؑ سر برہنہ بدرد و الم چلے
روتے سروں کو پیٹتے پابندِ غم چلے — زینبؑ نے لاشِ شہ سے کہا بھائی ہم چلے
مرنے سے آپ کے میں یہ ایذا اٹھاتی ہوں
دربار میں یزید کے سر ننگے جاتی ہوں

ہائے ہائے مرے مسافرِ کرب و بلا حسینؑ — ہائے ہائے مرے غریب مرے مہ لقا حسینؑ
ہائے ہائے تجھے نہ پانی کا قطرہ ملا حسینؑ — ہائے ہائے تمام تن ترا ٹکڑے ہوا حسینؑ
پیاسے گلے پہ خنجرِ بیداد چل گیا
ہائے ہائے تڑپ تڑپ کے ترا دم نکل گیا

اے نینوا علیؑ کی بضاعت تجھے ملی — اے کربلا خدا کی امانت تجھے ملی
اے خاک میری ماں کی ریاضت تجھے ملی — لے اے زمین شمعِ امامت تجھے ملی
دامن ترا بھرا میری کھیتی اجڑ گئی
سر حد میں تیری بھائی سے زینب بچھڑ گئی

یہ کہہ کے سر کو پیٹ کے روئی وہ دل جلی — آ کر نجف سے حال ذرا دیکھو یا علیؑ
گردن رسن میں آپ کی بیٹی کی ہے بندھی — کہتی یہ ماریہ سے وہ با چشمِ تر چلی
ہائے ہائے میں کربلا کے میلے میں لٹ گئی
پردیس میں آ کے برادر سے چھٹ گئی

کیا لطف زندگی کا جو نقشہ بگڑ گیا — کیوں کر نہ تڑپوں آہ بڑا پیچ پڑ گیا
اس قافلہ کا قافلہ والا بچھڑ گیا — ہے ہے ہمارا کیسا بھرا گھر اجڑ گیا

پردیسیوں نے چھاؤنی جنگل میں چھائی ہے
بھائی نے میرے ایک نئی بستی بسائی ہے

جہاں بلا کے ہم سے دغا کی لعینوں نے — کیا کیا نہ ہم پہ جور و جفا کی لعینوں نے
کچھ بھی ذرا نہ شرم و حیا کی لعینوں نے — گردن قفا سے شہ کی جدا کی لعینوں نے

خیمہ جلا کے اہل ستم شاد ہو گئے
ہم کربلا میں آن کے برباد ہو گئے

بھائی پہ میرے سامنے نیزے چلا گئے — تیغ و تبر بدن پہ برابر لگا گئے
شبیرؑ شکر ہی منہ سے کہا کئے — اوترا نہ شمر سینہ سے لے سر جدا کئے

روتی رہی میں وہ سر شبیرؑ لے گیا
بھائی کی میرے خوں بھری تصویر لے گیا

فریاد ہم غریبوں کی سنتا نہیں کوئی — کس سے کہیں جو ہم پہ مصیبت گزر گئی
در بھی منہ چھپانے کو منہ پر نہیں رہی — سر کھولے شہر شام میں آئی میں دل جلی

اعدا ہمیں دکھا کے سر شہ رلاتے ہیں
اب سامنے شقی کے مجھے لے کے جاتے ہیں

زینبؑ سے سن کے رونے لگے سارے اہل شام — پھر اس طرح سے پیٹ کے سر کو کئے کلام
بتلاؤ اے ستم زدہ کیا ہیں تمہارے نام — نیزوں کی نوکوں پر جو چڑھے ہیں یہ تمام

سردار ان میں کون ہے اور کس کا ہے پسر
کس برج کے ستارے ہیں کس کے قمر ہیں یہ

بانو نے دیکھ کر سر اکبرؑ کو یہ کہا — اٹھارویں برس یہ چھٹا مجھ سے مہ لقا
کن کن مصیبتوں سے اسے میں نے پالا تھا — مجھ سے چھڑا کے لے گئی آکر رن میں قضا

جنگل بسا یا گھر میرا ویران کر گیا
نیزہ جگر پہ کھا کے جوانی میں مر گیا

پھر بولی دیکھ کر سر اصغرؑ وہ نوحہ گر — مجھ بے نصیب ہی کا یہ شش ماہہ تھا پسر
صدمہ جو پیاس کا تھا وہ ننھی سی جان پر — منہ سے زباں نکال دی ہونٹوں پہ پھیر کر

تیر ستم کے لگتے ہی نقشہ بدل گیا
ہچکی لی ساتھ سینہ سے بس دم نکل گیا

سر پیٹ کر یہ زینبؑ بیکس نے تب کہا — آگے سروں کے نیزے پہ جو ہے سر چاند سا
ہے یہ حسینؑ ابن علیؑ شاہ کربلا — نانا نبیؐ اسی کے ہیں اور ماں ہے فاطمہؑ

مظلوم و بے وطن ہے یہ اور خستہ تن ہوں میں
بے غسل و بے کفن وہ ہے جس کی بہن ہوں میں